بس کا سفر

ڈاکٹر وسیم صدیقی
10/8th Road North
Ahmadi - 61008
Kuwait

آپ نے کافی سفر کی داستانیں پڑھی ہوں گی ایسی داستانیں جو مضبوط سے مضبوط دل والے آدمی کو لرزہ دیں ایسے سفر جو کسی مہم سے کم نہ ہوں۔ خطرناک راستوں سے گزرتے ہوئے آدم خوروں سے بچتے ہوئے شیر چیتوں سے لڑتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچنے کی داستانیں۔ میرا بھی ایک بہت بھیانک سفر کا تجربہ ہے، ایسا سفر جس کو سوچ کر اب بھی مجھے لرزہ ہونے لگتا ہے میرے اس بھیانک سفر کی داستان ذرا دوسری نوعیت کی ہے۔ ہوسکتا ہے میری یہ تمہید آپ کو بالکل پسند نہ آرہی ہو۔ اور آپ جلد سے جلد میرے اس سفر کی داستان سننا چاہتے ہوں تو سنئے۔

بس ہچکولے کھاتی چلی جارہی تھی۔ مجھے سفر کرتے ہوئے ایک گھنٹے سے زائد ہو چکا تھا۔ اور اس ایک گھنٹہ کے اندر بس کے اندر کے ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی مجھ سے دو سیٹ آگے بیٹھا ہوا موٹا لالہ اب تک کھانے میں مشغول تھا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ایک خشخشی داڑھی والے اب تک فلمی میگزین میں محو تھے۔ کنارے کی طرف بیٹھی ہوئی برقع پوش بڑی بی اب بھی بس کا ہر جھٹکا کھانے کے بعد ڈرایور کو کوس رہی تھیں ارے کمبخت ناس جائے کیسے گاڑی گڑھے میں ڈالتا ہے۔ بالکل اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے منہنی سے شخص دن میں بھی اپنے خراٹوں سے بس کے سارے ہی مسافروں کے سر پر ہتھوڑے بجا رہے تھے اور ان کے ایک خراٹے پر میرا دس دس گرام خون ضرور خشک ہو رہا تھا۔ اور میری سمجھ میں یہ بات آگئی تھی کہ واقعی آدمی ایک دوسرے کا دشمن کیوں ہو جاتا ہے۔ میں اگر پولیس والا ہوتا تو اس کو کسی جھوٹے کیس میں ضرور پھانس دیتا۔ یہ تو میں بس میں ہر طرف بیٹھے ہوئے مسافروں کا ذکر کر رہا تھا اور میرے بالکل بغل میں بیٹھے ہوئے شخص کا ذکر تو رہ ہی گیا۔ وہ تو مجھ پر ایسا مسلط تھا کہ میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ کاش اس کی بس چھوٹ جاتی اور یہ میرے لیے عذاب جان نہ بنا ہوتا۔ وہ بے چارہ خراٹے والا تو صرف آواز کے ہتھوڑے چلا رہا تھا اور یہ شخص جی چاہ رہا تھا کہ اس بوڑھیا کی طرح میں بھی اسے ہائے ہائے کر کے صلواتیں سنانے لگوں آپ حضرات سوچ رہے ہوں گے کہ آخر اس شخص کا قصور کیا ہے کیا پالیٹکس کی باتیں کر کے بور کر رہا ہے یا مسلسل اپنے افسانے پر افسانے سنا رہا ہے یا پھر شاعری کر رہا ہوگا۔

جی نہیں یہ سب برداشت تھا ساری دنیا کے سیاسی حالات پر میں اس کی رائے سن سکتا تھا۔ اس کے سارے افسانوی مجموعے بھی میں سن سکتا تھا۔ لیکن وہ یہ سب کچھ نہیں سنا رہا تھا۔ وہ سو رہا تھا اور اگر بغل کی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی سونے میں مشغول رہے تو اس سے بڑھ کر عمدہ کوئی بات نہیں۔ آدمی زبردستی بات کرنے سے کتنا محفوظ رہتا ہے۔ جی ہاں تو بغل میں بیٹھے ان حضرت کی تاب ہو رہی تھی جو سو رہے تھے اور اس قدر گہری نیند سو رہے تھے کہ انکو بالکل علم نہیں تھا کہ وہ مسلسل اپنا بھاری بھرکم سر میرے نازک ناتواں کندھوں پر دے دے مار رہے تھے۔ میرا کندھا ان کے سر کی چوٹ سے بالکل چور چور ہو گیا تھا۔ اور اس میں سخت درد ہونے لگا تھا۔ لیکن جیسے گھڑی کا پنڈولم مسلسل چلتا رہتا ہے ویسے ہی انکا سر میرے کندھے

پر مسلسل پڑ رہا تھا۔ اور وہ اتنی گہری نیند میں تھے کہ ان کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہوا کہ میں بیچ بیچ میں مارے جھنجھلاہٹ کے اپنے سر کے بال کے ساتھ ساتھ ان کے سر کے بال بھی نوچ لیتا تھا۔ اور ضبط کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ جب مجھے محسوس ہوا کہ میرا کندھا اب باقی جسم سے الگ ہونے والا ہے تو میں نے ان کو جھنجوڑ کر اٹھا دیا۔ وہ آنکھ ملتے ہوئے اُٹھ گئے تھے انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا تھا اور پھر اٹینشن بیٹھ گئے تھے میں ہولے ہولے اپنا کندھا ہلاتا رہا اور خدا سے دعا مانگتا رہا کہ اس شخص کو نیند نہ آئے لیکن میری دعائیں بے اثر ثابت ہونے لگی تھیں ان صاحب پر دوبارہ غنودگی طاری ہونے لگی تھی پھر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ میرے کندھے پر حملہ ہو چکا تھا وہ اتنا شدید تھا کہ کندھے کا جو حشر ہونا تھا ہو ہوا کندھے سے ٹکرا کر ان کے سر کو بھی چوٹ پہنچی تھی بس کسی شہر کے بس اسٹینڈ میں داخل ہو کر رک گئی تھی۔ اور مختلف قسم کے پھیری والوں نے بس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا کوئی مونگ پھلی اور چائے کے نعرے سے لگا رہا تھا۔ میں پھر اپنے بغل میں بیٹھے شخص کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جواب دوبارہ میرے کندھے سے سر ٹکائے سو رہے تھے۔ میں ایک جھٹکے سے سیٹ سے کھڑا ہو کر بس سے نیچے اتر آیا۔ انکا سر سیٹ سے ٹکرا کر کھٹاک سے بولا تھا میں نے نیچے دو کلہڑ چائے کے لیے اور دوبارہ اپنی سیٹ پر واپس آ گیا اور ایک کلہڑ ان کو پکڑا دیا میں نے سوچا چائے پی کر شاید ان کی نیند بھاگ جائے۔ اس نے سڑک سڑک کر ساری چائے پی لی اور پوچھا کون سا شہر آ گیا ہے میں نے اسے بتایا کہ بس بنارس کے بس اسٹینڈ پر کھڑی ہے۔ ارے مجھے یہیں تو اترنا ہے اور وہ جلدی سے اپنا بیگ اٹھا کر بس سے کود گیا۔ چلتے چلتے بھی کمبخت چائے کی چوٹ دے گیا میں بڑبڑایا تھا۔ میں سوچنے لگا میری بغل کی سیٹ خالی ہے یا اللہ کوئی مسافر اس پر نہ بیٹھے۔ کیا دیکھا ہوں کہ ایک گوری پہن نازک بدن جو شاید گنگا میں ڈبکی لگا کر اپنے پاپ دھونے آئی ہوگی میرے بغل کی خالی سیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے تھوڑا سا کھسک کر اسے بیٹھنے کی جگہ دے دی۔ وہ گھس کر میرے پاس بیٹھ گئی تھی اب اس کے بعد کی سفر کی داستان ذرا لمبی ہے آپ کو کسی اور وقت سناؤں گا۔

......☆......